© rasailojaraid.com

اسلامی حکومت
اور اس کی معاشی ذمہ داریاں

جناب محمد لطیف اللہ

کفالتِ عامہ کی ذمہ داری کے بارے میں حضرت عمرؓ کا تصور اتنا وسیع اور ہمہ گیر تھا کہ آپ فرماتے تھے کہ اگر دار الاسلام کے حدود کے اندر کوئی جانور بھی بھوک سے مرگیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ کے حضور مجھے اس کے لیے جواب دہ ہونا پڑے گا۔

لو مات جمل ضیاعًا علیٰ شط الفرات لخشیت ان یسألنی اللہ عنہ[۱]

اگر ساحل فرات پر کوئی اونٹ بے سہارا مرجائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے بارے میں جواب طلب کرے گا۔

لو ماتت شاۃ علیٰ شط الفرات ضائعۃ لظننت ان اللہ سائلی عنھا یوم القیٰمۃ[۲]

اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری بھی بے سہارا ہونے کی وجہ سے مرجائے تو میرا خیال ہے کہ اللہ قیامت کے دن مجھ سے اس کے بارے میں جواب طلب کرے گا۔

وکان یقول : لو ترکت عنزٌ جرباء الی جانب ساقیۃ لم تدھن لخشیت ان اُسأل عنھا یوم القیٰمۃ[۳]

اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی نہر کے کنارے کوئی خارشی بکری اس حالت میں چھوڑ دی جائے کہ اُسے (علاج کے طور پر) تیل کی مالش نہ کی جاسکے تو مجھے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے اس کے بارے میں جواب طلب کیا جائے گا۔

---

۱ محمد ابن سعد : الطبقات الکبریٰ جلد ۳ ص ۳۰۵

۲ ابن جوزی : سیرۃ عمر بن الخطاب ص ۱۶۱

۳ امام غزالی : التبر المسبوک ص ۱۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ اپنے ماتحت حکام کو بھی اس ذمہ داری کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے۔ بصرہ کے والی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جب ایک وفد کے ساتھ آپ سے ملاقات کے لیے آئے تو آپ نے ان لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ:

أَلَا وَاوسعوا النّاس فی بیوتھم واطعموا عیالھم [۱]

سنو! لوگوں کے گھروں میں ان کے لیے فراخی کا سامان فراہم کرو اور ان کے متعلقین کو کھلانے کا سامان کرو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے اہل حیرہ کے ساتھ جو عیسائی تھے معاہدہ کیا تو اس میں ایک دفعہ یہ بھی تھی:

وجعلت لھم ایّما شیخ ضعف عن العمل واصابته آفة من الآفات اوکان غنیًا فافتقر وصار اھل دینه یتصدّقون علیه طرحت جزیته وعُیّل من بیت مال المسلمین وعیاله ما اقام بدار الھجرة ودار الاسلام [۱]

میں نے ان کا یہ حق قرار دیا ہے کہ ایسا بوڑھا آدمی جو محنت کرنے سے معذور ہو جائے یا جس پر کوئی مرض یا مصیبت آپڑے یا جو آدمی پہلے مال دار رہا ہو اور اب ایسا غریب ہو جائے کہ اس کے ہم مذہب اسے خیرات دینے لگیں اسکا جزیہ ساقط کر دیا جائے گا اور جب تک وہ دار الہجرت اور دار الاسلام میں مقیم رہے گا۔ اس کی اور اس کے اہل و عیال کی کفالت مسلمانوں کے بیت المال سے کی جائے گی۔

اُوپر جو احادیث و آثار بیان کیے گئے ہیں ان کا تعلق بنیادی ضروریات سے ہے۔ اگرچہ بعض احادیث میں ادائے قرض کا بھی تذکرہ ہے اور سرپرستی کی احادیث کا تعلق ہر طرح کی بنیادی ضروریات سے ہے۔ بعض دوسرے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ غذا، لباس، مسکان اور علاج جیسی بنیادی ضرورتوں کے علاوہ دوسری ضروریات کی تکمیل کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔

---

[۱] ابو یوسف: کتاب الخراج ص ۱۷۲ [۲] طرطوشی: سراج الملوک ص ۱۰۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان دوسری ضروریات میں سے ایک اہم ضرورت عام تعلیم کی ہے۔ اسلامی حکومت اپنے شہریوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھانے کا بھی اہتمام کرتی تھی۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ لوگ لکھنا اور پڑھنا سیکھیں آپؐ ہی کے حکم سے حضرت زید بن ثابتؓ نے یہود کی زبان سیکھی تھی۔ بدر کے موقع پر متعدد قیدیوں کا فدیہ یہ قرار دیا گیا کہ ان میں سے ہر ایک مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا سکھا دے۔ صفہ کی اسلامی درسگاہ میں شریک ہونے والے قرآن کریم اور تعلیمات دین کے ساتھ لکھنا بھی سیکھتے تھے متعدد روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیہات کے علاقوں میں عوام کو اسلامی آدابِ زندگی سکھانے کے لیے مدینہ سے اپنے کسی صحابی کو بھیجتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بچوں کی تعلیم کے لیے معلم مقرر کیے تھے۔

عن الوضيف بن عطاء قال ثلاثة كانوا بالمدينة يعلمون الصّبيان وكان عمر بن الخطاب يرزق كل واحدٍ منهم خمسة عشر درهمًا كل شهر[1]

ترجمہ: وضیف بن عطا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ مدینہ میں تین آدمی تھے جو بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے اور عمر بن الخطاب ان میں سے ہر ایک کو پندرہ درہم ماہانہ دیا کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے گورنروں کو لکھا کہ آپ کو ان لوگوں کی فہرست بھیجی جائے جن کو قرآن کریم حفظ ہے تاکہ ان کو اونچے وظیفے دے کر مختلف علاقوں میں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینے پر مامور کر دیا جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی دیہات کے مسلمانوں کو اسلامی آدابِ زندگی کی تعلیم دینے کے لیے با تنخواہ معلم مقرر کیے تھے۔ آپ نے طالب علموں کے لیے اور ایسے افراد کے لیے جو اپنے علمی مشاغل کے سبب کسبِ معاش سے قاصر تھے وظائف بھی مقرر کیے تھے۔

ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاست کی طرف سے علم سکھانے کا اہتمام کیا گیا تھا بلکہ معذور افراد کو خادم بھی فراہم کیے جاتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے شام میں نابینا

---

[1] کنز العمال جلد ۲ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افراد یا دوسرے مرض کے سبب معذور افراد اور بے سہارا یتیم بچوں کی خدمت کے لیے سرکاری طور پر خادم فراہم کیے گئے تھے۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں شدید قحط پیش آیا تو آپ نے سرکاری طور پر کھانا پکوا کر تمام ضرورت مند لوگوں کو کھلانے کا اہتمام کیا تھا۔ انہی دنوں ایک واقعہ یہ پیش آیا:

كان عمر بن الخطّاب يطعم الناس بالمدينة وهو يطوف عليهم بيده عصًا۔ فمرّ برجلٍ يأكل بشماله۔ فقال: يا عبد الله كُل بيمينك قال يا عبد الله انّها مشغولة قال فمضى ثم مرّ به وهو يأكل بشماله فقال يا عبد الله كل بيمينك قال يا عبد الله انّها مشغولة۔ ثلاث مرّاتٍ۔ قال وما شغلها؟ قال اصيبت يوم موتة۔ قال فجلس عمر عنده يبكي۔ فجعل يقول من يوضّئك؟ من يغسل رأسك وثيابك؟ من تضع كذا وكذا؟ فدعا له بخادم وامر له براحلة وطعام وما يصلحه وما ينبغي له حتىٰ رفع اصحاب محمّد صلى الله عليه وسلّم اصواتهم يدعون الله لعمر ممّا راو رقّته بالرّجل واهتمامه بامر المسلمين [۱]

ترجمہ: عمر بن الخطّابؓ مدینہ میں لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے آپ ہاتھ میں لاٹھی لیے ان کے درمیان گشت کر رہے تھے اسی دوران آپ کا گذر ایک ایسے آدمی کے پاس سے ہوا جو بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا آپ نے اس سے کہا بندہ خدا دائیں ہاتھ سے کھا، اس نے جواب دیا بندہ خدا، وہ مشغول ہے آپ آگے بڑھ گئے۔ دوبارہ وہاں سے گزرے تو پھر دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے۔ آپ نے اس سے پھر کہا بندہ خدا

---

[۱] امام محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب الآثار۔ باب فضائل الصّحابہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دائیں ہاتھ سے کھا اُس نے کہا بندہ خدا وہ مشغول ہے۔ اس نے تین بار یہی جواب دیا۔
آپ نے پوچھا کہ کس کام میں مشغول ہے؟ اس نے جواب دیا (کہ داہنا ہاتھ) موتہ کی لڑائی میں کام آگیا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر عمر اس کے پاس بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ اس سے پوچھنے لگے کہ تمہیں وضو کون کراتا ہے؟ تمہارا سر کون دھوتا ہے؟ کپڑے کون دھوتا ہے؟ فلاں اور فلاں کام کون کرتا ہے؟ پھر آپ نے اس کے لیے ایک ملازم منگوایا اور اسے ایک سواری دلوائی اور دوسرے سامان ضرورت بھی دلوائے۔ یہاں تک کہ اس آدمی کے ساتھ آپ کا انتہائی مشفقانہ سلوک اور مسلمانوں کی بہبود کے لیے حضرت عمرؓ کا یہ اہتمام دیکھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بلند آواز سے عمرؓ کے لیے اللہ سے دعائیں کرنے لگے۔

غذا، لباس، مکان، علاج اور تعلیم کی جن بنیادی ضروریات کی تکمیل کو ہم نے اسلامی حکومت کی ذمہ داری قرار دیا ہے اُن کے سلسلہ میں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ان کی وہ کم سے کم مقداریں کیا ہیں جن کی فراہمی اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے ضروری سمجھی جائے گی۔ اس کا اصولی جواب یہ ہے کہ غذا، لباس اور مکان کی ضرورتیں کم سے کم اس حد تک پوری کی جانی چاہئیں کہ بھوک پیاس، سردی یا گرمی کی شدت اور بارش وغیرہ کے نتیجہ میں فرد کی جان جانے کا اندیشہ نہ باقی رہے اور اس کے اندر اتنی طاقت بحال رہے کہ وہ کسب معاش کی جد و جہد کر سکے۔ اس اصولی بات سے آگے بڑھ کر اشیاء کی کیفیت یا کمیت کے بارے میں کوئی صراحت کرنا دشوار ہے ان کی تعیین احوال و ظروف پر مبنی ہوگی۔ جہاں تک مریض کے علاج کا تعلق ہے ایسا انتظام کیا جانا چاہیے کہ محروم افراد کی ملک کی عام معاشی سطح کے مطابق ضروری طبی خدمات اور دوائیں مفت حاصل کر سکیں تعلیم کم از کم اتنی ہونی چاہیے کہ ہر فرد لکھنا اور پڑھنا سیکھ لے۔ قرآن کریم کا ناظرہ پڑھنا۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقفیت، جاہلیت اور اسلام کے درمیان تمیز کی صلاحیت عبادت کے طریقوں اور عام معاملات زندگی میں اسلامی حدود سے آگاہی ابتدائی اسلامی تعلیم کے لازمی معیار میں شامل ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاشی تعمیر و ترقی

کفالتِ عامہ کی طرح ملک کی معاشی تعمیر و ترقی بھی ایک اجتماعی فریضہ ہے اگر کفالتِ عامہ سے افراد کی ضروریات کی تکمیل اور قیامِ حیات وابستہ ہے تو معاشی تعمیر و ترقی سے پورے اجتماع کا قیام و بقاء، اس کی قوت کا استحکام اور اس کے چند بنیادی مصالح وابستہ ہیں جن کا تحفظ ریاست کو وجود میں لانے کا ایک اہم سبب ہے یہ ذمہ داری اگرچہ افراد پر ان کی انفرادی حیثیتوں میں بھی عائد ہوتی ہے لیکن اجتماع کے نمائندہ صاحبِ اقتدار ادارہ ریاست پر اس کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے۔

کسی ملک کی معاشی تعمیر و ترقی اس ملک کی فوجی طاقت اور دفاعی قوت کی بنیاد اور اس کے سیاسی استحکام کی لازمی شرط ہے۔ آج کل دفاعی قوت براہ راست صنعتی ترقی سے وابستہ ہے۔ محفوظ دفاعی پالیسی کا ایک مسلمہ اصول یہ ہے کہ ملک اہم دفاعی سامانوں کے لیے دوسرے ممالک بالخصوص کسی دوسرے تہذیبی بلاک سے تعلق رکھنے والے ممالک کا محتاج نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ جدید آلاتِ حرب اور دفاعی سامان کسی ملک میں اسی وقت تیار کئے جاسکتے ہیں جب وہ صنعتی ترقی کے ایک اونچے معیار پر پہنچ چکا ہو۔ یہ بات محتاجِ دلیل نہیں کہ قرآن و سنت میں دار الاسلام کی فوجی طاقت اور دفاعی قوت کے استحکام پر بہت زور دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ [1]

اور ان (دشمنوں) کے لیے جتنی قوت تم سے ممکن ہو سکے فراہم کر رکھو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ کی مختلف فوجی تیاریوں، تیر اندازی اور گھوڑ سواری کی مشق اور اسلحہ اور گھوڑے فراہم کر رکھنے پر صحابہ کرام کو برابر ابھارتے رہتے تھے۔ آج کی فوجی تیاریاں اور قوت کے ذرائع مختلف ہیں۔ آج اسی حکم اور انہی ارشادات نبوی کا

---

[1] سورۃ انفال: ۶۰

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منشا یہ ہے کہ زمانے کے معیار کے مطابق فوجی تیاریاں کی جائیں اور دفاعی قوت پیدا کی جائے چونکہ یہ مقصد صنعتی ترقی اور فولاد، ایٹمی توانائی اور بجلی کی طاقت جیسی بنیادی صنعتوں کے فروغ کے بغیر نہیں حاصل کیا جا سکتا اس لیے ان چیزوں کا اہتمام بھی لازم قرار پائے گا کیسی شرعی فریضہ کی ادائیگی اگر کسی دوسرے کام پر موقوف ہو تو وہ کام بھی فرض ہو جاتا ہے جس کی تصریح حسبِ ذیل ہے۔

اتّفق اصحابنا والمعتزلة على ان ما لا يتمّ الواجب الا به وهو مقدورٌ لا مكلّف فهو واجبٌ[1]

ترجمہ: ہمارے رفقاء اور معتزلہ سب اس اصول پر متفق ہیں کہ جس چیز کے بغیر واجب کی پوری تعمیل ممکن نہ ہو اور وہ چیز مکلّف کے بس میں ہو تو وہ چیز واجب ہے۔

معاشی تعمیر و ترقی کا اہتمام فقر و فاقہ کے انسداد اور کفالتِ عامہ کی ذمہ داری کو بخوبی ادا کرنے کے لیے بھی ضروری ہے۔ قومی پیداوار میں اضافہ کی مؤثر تدابیر نہ اختیار کی جائیں تو صرف موجودہ دولت کی از سرِ نو تقسیم کے ذریعے ملک کے ہر فرد کو ایک معقول معیارِ زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ اس نکتہ پر غور کرتے وقت یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہے کہ آج مسلمان ممالک جن میں اسلامی حکومت کے قیام کا امکان ہے۔ معاشی طور پر پسماندہ اور کم ترقی یافتہ ہیں ان کی قومی پیداوار کی موجودہ سطح ان کی بڑھتی ہوئی آبادیوں کے لیے ناکافی ہے اور وہ صرف یہ طریقہ اختیار کر کے کفالتِ عامہ کی ذمہ داری نہیں ادا کر سکتے کہ مالدار لوگوں سے ان کی دولت کا ایک حصہ لے کر اہلِ حاجت کے درمیان تقسیم کر دیں۔

دورِ جدید میں ایک اسلامی حکومت اپنی تہذیبی انفرادیت کو بھی اسی وقت برقرار رکھ سکتی ہے جب وہ صنعتی طور پر غیر مسلم دنیا سے بڑی حد تک بے نیاز ہو جائے اور کم از کم ضروری سامانِ زندگی کے لیے ان ممالک کی محتاج نہ ہو۔ جو ممالک صنعتی طور پر دوسرے

---

[1] الآمدی: الاحکام فی اصول الاحکام جلد ۱ صفحہ ۱۵۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملکوں پر بہت زیادہ انحصار کرتے ہیں وہ تہذیبی طور پر بھی اُن کا اثر قبول کرنے لگتے ہیں۔ آج اسلامی ممالک کی صنعتی پسماندگی اور مغرب کی محتاجی ان پر مغربی تہذیب کے اثر اور مغربی غلبہ واستیلاء کا ایک اہم سبب ہے۔

قرنِ اول کی اسلامی ریاست نے موقع پڑنے پر غیر مسلم دنیا کی تالیفِ قلب کے لیے اس کو مالی اور مادی امداد بھی دی ہے کیونکہ تالیفِ قلب اسلام کے داعیانہ پروگرام کا ایک مستقل جزو ہے اس طرح کے متعدد انفرادی عطیوں کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ سے پہلے اہل مکہ کو قحط کے زمانے میں نقد اور ضروری اجناس بھیج کر مدد کی تھی۔ آج جب کہ تہذیبی کشمکش اور نظریاتی جنگ میں بیرونی امداد اور بین الاقوامی معاشی تعاون کو ایک اہم مقام حاصل ہو چکا ہے ایک اسلامی حکومت کے پاس اتنے وسائل ہونے چاہیے کہ وہ اپنی دعوت کے لیے راہ ہموار کرنے کی خاطر ان ذرائع کو استعمال کر سکے یہ اسی وقت ممکن ہے جب دار الاسلام معاشی طور پر ترقی یافتہ ہو۔

ان دلائل کی روشنی میں ہم اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ملک کی معاشی تعمیر و ترقی کا اہتمام کرے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضورؐ نے صاحبِ امر کو مسلمانوں کے ساتھ ہر ممکن خیر خواہی کرنے کا حکم دیا ہے اس خیر خواہی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ ریاست ملک کی معاشی تعمیر و ترقی کے لیے مناسب اقدام کرے۔

قرآن مجید کی سورت ہود آیت ۶۱ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا کی تفسیر میں جلیل القدر حنفی امام علامہ ابوبکر جصاصؒ نے لکھا ہے:

> وفیه الدلالة علی وجوب العمارة للزراعة والغراس والابنية
>
> یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ زمین کا آباد کرنا، کھیتی، باغبانی اور تعمیر کے ذریعے سے واجب ہے۔

لہ جصاص: احکام القرآن جلد ۳ ص ۱۶۵

حد یعمل فی الارض خیر لاهل الارض من ان یمطروا اربعین صباحا ☆ الحدیث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ایک حدیث قدسی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ملک کی خوشحالی کا اہتمام اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے ۔ امام سرخسی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اثر منقول ہے جس میں وہ اپنے پروردگار عزوجل کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ :

عمّروا بلادی فعاش فیها عبادی [1]

(انہوں نے) میرے ملکوں کو آباد کیا تو اس میں میرے بندوں نے زندگی بسر کی۔

اسی بنا پر اسلامی مفکرین نے ملک کی خوشحالی کے اہتمام کو اسلامی حکومت کے سربراہ کی ذمہ داری قرار دیا ہے ماوردی نے امام کے فرائض گناتے ہوئے لکھا ہے کہ :

والذی یلزم سلطان الامّة سبعة اشیاء .... والثالث عمارة البلدان باعتماد مصالحها وتهذیب سبلها ومسالکها [2]

ترجمہ : امت کے حکمران پر سات ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں .... ان میں سے تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ ممالک کے جملہ مصالح کے تحفظ اور اس کی شاہراہوں اور دوسرے ذرائع نقل وحمل کو بہتر بنا کر ان ممالک کو آباد رکھے۔

امام ماوردی نے ایک حدیث بھی نقل کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ملک کو آباد و خوشحال رکھنے کی قدر و قیمت کیا تھی ۔

قال ابوهریرة سُبّت العجم بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم فنهی عن ذالك وقال لاتسبّوها فانها عمّرت بلاد الله تعالیٰ فعاش فیها عباد الله تعالیٰ [3]

ابوہریرہؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اہل عجم کو برا کہا گیا تو آپ نے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا ان کو برا نہ کہو کیونکہ ان لوگوں

---

[1] سرخسی : المبسوط جلد ۲۳ ص ۱۵

[2] الماوردی : ادب الدین والدنیا ص ۸۲

[3] بخاری : الادب المفرد ص ۰۱

کسی سرزمین پر ایک حد کو نافذ کیا جائے تو وہ وہاں چالیس روز تک نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے اللہ کے ملکوں کو آباد اور خوشحال بنایا تو ان میں اللہ کے بندوں نے زندگی گذاری، نبی صلی اللہ علیہ وسلم رعایا کی خوشحالی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی فرماتے تھے :

عن جابرؓ انّه سمع النبّی صلی اللہ علیہ وسلّم علی المنبر نظر نحو الیمن فقال اللّٰهُمّ اقبل بقلوبهم. ونظر نحو العراق فقال مثل ذالك ونظر نحو كل افق فقال مثل ذالك وقال اللّٰهُمّ ارزقنا من تراث الارض وبارك لنا فی مدّنا وصاعنا[1]

ترجمہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ آپ نے یمن کی طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا یا اللہ ان کے دل (اسلام کی طرف) مائل کر دے۔ آپ نے عراق کی طرف دیکھا اور یہی فرمایا پھر آپ نے ہر چہار طرف دیکھا اور یہی جملہ دہرایا اور فرمایا اے اللہ ہمیں زمین کی وراثت عطا فرما اور ہمارے مُد اور صاع میں برکت دے۔

عن ابی هريرة انّهٗ قال : كان النّاس اذا راؤا اول الثّمر جاءوا به الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا اخذه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : اللّٰهمّ بارك لنا فی ثمرنا وبارك لنا فی مدينتنا وبارك لنا فی مُدّنا اللّٰهمّ ان ابراهيم عبدك وخليلك ونبيك وانّی عبدك ونبيك وانهٗ دعاك لمكّة وانّی ادعوك للمدينة بمثل ما دعاك به لمكّة ومثله معه ثمّ يدعوا اصغر وليدٍ يراه فيعطيه ذالك الثّمر[2]

---

[1] بخاری : الادب المفرد ص۷۰۔ مُد اور صاع غلہ اور کھجور وغیرہ ناپنے کے پیمانے ہیں۔
[2] مؤطا امام مالک : کتاب الجامع۔ باب الدعاء للمدینۃ واھلھا۔

فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب (سنن ابو داود و ترمذی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ : ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا لوگ جب درختوں پر پہلے پہل پھل آتے دیکھتے تو ان پھلوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آتے تھے جب اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیتے تھے تو یہ فرماتے تھے کہ اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت دے ہمارے شہر (مدینہ) میں برکت دے اور ہمارے صاع میں برکت دے اور ہمارے مُدّ میں برکت دے۔ اے اللہ ابراہیم تیرے بندے اور دوست اور نبی ہیں اور انھوں نے تجھ سے مکہ کے بارے میں دُعا کی تھی اور میں تجھ سے مدینہ کے لیے وہی دعا کرتا ہوں جو انہوں نے تجھ سے مکہ کے لیے کی تھی اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور (مانگتا ہوں) پھر آپ اس سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے جس پر آپ کی نگاہ پڑتی اور اسے وہ پھل دے دیتے۔‘‘

اسلامی حکومت دنیاوی اغراض کے لیے جنگ نہیں کرتی لیکن اگر دین کی راہ میں جہاد کرنا پڑے تو اس سے مسلمانوں کو معاشی فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ جنگ بدر کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے جو دُعا کی تھی اُس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی معاشی فلاح مطلوب تھی اور اس کے لیے آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا بھی فرماتے تھے :

عن عبد اللہ بن عمرو انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوم بدر فی ثلاث مائۃ وخمسۃ عشر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم : اللّٰھمّ انّھم حفاۃٌ فاحملھم۔ اللّٰھمّ انّھم عراۃٌ فاکسھم۔ اللّٰھمّ انّھم جیاعٌ فاشبعھم۔ ففتح اللہ یوم بدرٍ فانقلبوا حین انقلبوا وما منھم رجلٌ الّا وقد رجع بجملٍ اوجملین واکتسوا وشبعوا [1]

---

[1] ابوداؤد : کتاب الجھاد۔ باب فی النفل للسریۃ تخرج مع العسکر۔

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداود و ترمذی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے موقع پر تین سو پندرہ مجاہدین کے ساتھ (جنگ کے لیے) نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ "اے اللہ یہ لوگ پیدل ہیں انہیں سواریاں عطا کر، اے اللہ یہ لوگ ننگے ہیں ان کو کپڑے پہنا، اے اللہ یہ لوگ بھوکے ہیں ان کے پیٹ بھر دے" چنانچہ اللہ نے بدر کی جنگ میں فتح عطا کی اور جب یہ لوگ واپس لوٹے تو ہر آدمی اپنے ساتھ ایک یا دو اونٹ لے کر لوٹا اور ان کو پہننے کے لیے کپڑے مل گئے اور یہ شکم سیر ہو گئے"۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق میں جہاد پر جانے والے مسلمانوں سے یہ فرمایا تھا کہ:

استقبلوا جهاد قومٍ قد حووا من فنون العيش۔ لعل الله ان يورثكم بقسطكم من ذالك فتعيشوا مع من عاش من الناس[1]

ترجمہ: "جاؤ ایک ایسی قوم سے جہاد کے لیے جو امور معاش پر حاوی اور ترقی یافتہ ہے۔ توقع ہے کہ اللہ تمہیں اس میں سے تمہارا حصہ عطا کرے گا اور تم بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ (خوشحال) زندگی گزار سکو گے"۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ملک کو خوشحال رکھنے اور ترقی دینے کا بڑا اہتمام کیا گیا تھا۔ زرعی معیشت میں سب سے زیادہ اہمیت آبپاشی کے لیے نہروں کی تعمیر کو حاصل ہے۔ تجارت کے فروغ کے لیے سڑکوں اور پلوں کی تعمیر اور بہتر ذرائع نقل و حمل کی فراہمی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسلامی مملکت کے مختلف صوبوں میں متعدد نہریں کھدوائیں۔ نہروں کی تعمیر کے علاوہ حسب ضرورت سیلاب کی روک تھام کے لیے بند بھی تعمیر کرائے ۔ ریاست کے زیر اہتمام متعدد بڑے بڑے شہر بسائے گئے۔ قرن اول

---

[1] طبری: ص ۲۱۸۸ (حوادث ۱۴ھ)

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی معیشت زراعت اور تجارت پرمبنی تھی ایک زرعی اور تجارتی معیشت کے لیے نہروں کی تعمیر، سیلاب کی روک تھام، سڑکوں کی تعمیر اور منصوبہ بندی کے ساتھ مرکزی شہروں کی آبادکاری معاشی تعمیر و ترقی کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔

حضرت عمرؓ مسلمانوں کی خیرخواہی کا تقاضا سمجھتے تھے کہ انہیں زیادہ سے زیادہ مال دیا جائے اور انہیں مشورہ دیتے تھے کہ جو مال فوری ضروریات سے فاضل ہو اسے نفع آور کاروبار میں لگائیں تاکہ وہ آئندہ مستقل آمدنی کا ذریعہ بنے۔ صاحب فتوح البلدان نے آپؓ کے طرزِ عمل کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے:

انما هو حقهم وانا اسعد بادائه اليهم۔ لو كان من مال الخطاب ما اعطيتموه ولكن قد علمتُ انّ فيه فضلاً۔ فلو انه اذا اخرج عطاء احدٍ هٰؤلاء ابتاع منه غنمًا فجعلها بسوادهم فاذا خرج عطاء ثانيةٍ ابتاع الرّاس والرأسين فجعله فيها فان بقي احدٌ من ولده كان لهم شيءٌ قد اعتقدوه فاني لا ادري ما يكون بعدي۔ واني لاعُمّ بنصيحتي من طوّقني الله بامره فان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من مات غاشًّا لرعيته لم يجد رائحة الجنّة[1]

ترجمہ: یہ ان کا حق ہے میں اسے انہیں دے کر اپنا بھلا کر رہا ہوں اگر یہ (میرے باپ) خطاب کا مال ہوتا تو تمہیں نہ دیا جاتا۔ البتہ میں یہ جانتا ہوں کہ یہ مال ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے کیا ہی اچھا ہوتا اگر لوگ ایسا کرتے کہ جب کسی کو وظیفہ ملے تو اس میں سے کچھ بھیڑ بکریاں خرید کر اپنے علاقے میں چھوڑ دیلے پھر جب دوسرے سال کا وظیفہ ملے تو ایک یا دو غلام خرید کر ان کو بھی اسی (علاقہ) میں (کام پر) لگادے اگر ان کی اولاد میں سے کوئی باقی رہا تو طرح

---

[1] بلاذری: فتوح البلدان ص ۴۳۹

ماجاز لعذر بطل بزواله ☆ جس کا استعمال عذر کی وجہ سے جائز ہو عذر ختم ہوتے ہی جواز بھی ختم ہو جائے گا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے لیے ایک قابل اعتماد سہارا فراہم ہو جائے گا۔ کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ میرے بعد کیا ہوگا میں تو ان لوگوں کے ساتھ پوری خیر خواہی برتتا ہوں جن کے امور کا اللہ نے مجھے نگران بنا دیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اپنی رعیت کے ساتھ بد خواہی اور خیانت کرتا ہوا مرے گا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔

دوسرے خلیفہ راشد کے ان آثار سے یہ بات واضح ہے کہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر معاشی ترقی کے لیے اقدام مفید اور مطلوب ہے اسلامی ریاست کو ایسے اقدامات کی نہ صرف ہمت افزائی کرنی چاہیے بلکہ ان پر ابھارنا چاہیے مزید یہ کہ حضورؐ نے مسلمان حکمرانوں کو عامۃ المسلمین کے ساتھ جس خیر خواہی کی تاکید کی ہے اس کا تصور کتنا وسیع ہے اگر صاحب امر رعایا کی مادی فلاح و بہبود کے اہتمام میں کوئی کسر اٹھا رکھے تو عمر فاروقؓ کے نزدیک یہ بھی خیانت ہوگی اور ایسا کرنے والا حکمران آخرت میں جنت سے محرومی کا خطرہ مول لے گا۔

خلفاء راشدین مختلف علاقوں کے نرخ معلوم کرتے رہتے تھے اور جب انھیں یہ خبر ملتی تھی کہ نرخ ارزاں ہیں تو اطمینان کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کو بھی رعایا کی خوشحالی سے بڑی دلچسپی تھی۔ دور دراز سے ڈاک لے کر آنے والوں سے دریافت فرماتے تھے کہ کیا تم نے لوگوں کو شادی کی محفلیں اور دعوتیں منعقد کرتے دیکھا ہے جس سے آپ کا مطلب ان کی خوشحالی کا اندازہ کرنا ہوتا ہے۔

دورِ جدید کے حالات میں اس رجحان کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی حکومت کو ملک کے قدرتی وسائل سے پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے ترقی کی تمام ممکن تدابیر اختیار کرنی چاہیں۔ افراد کو ترقیاتی کاموں کی ترغیب دینے اور اس سلسلہ میں نجی کاروبار کرنے والوں کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کرنے کے علاوہ ریاست کو اس کام میں براہِ راست بھی حصہ لینا چاہیے۔ ذرائع نقل و حمل کی توسیع زراعت کی ترقی کے لیے موزوں اقدامات، معدنی وسائل کو ترقی دے کر کام میں لانا، دریاؤں کے پانی سے بجلی کی طاقت حاصل کرنا اور آبپاشی کے لیے نہریں تعمیر کرنا اور صنعتی ترقی کے لیے مثبت قدم اٹھانا دورِ جدید کی ایک اسلامی ریاست کے پروگرام

☆ الحکم یتبع المصلحۃ الراجحۃ ☆ حکم مصلحتِ راجحہ کے تابع ہوا کرتا ہے ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اسی طرح شامل ہونا چاہیے جس طرح ابتدائی اسلامی ریاستوں کے پروگرام میں زرعی ترقی کا اہتمام شامل تھا۔

تقسیمِ دولت کے اندر پائے جانیوالے تفاوت کو کم کرنا

قرآن وحدیث اور خلافت راشدہ کے نظائر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی حکومت کی معاشی پالیسی کا ایک رہنما اصول یہ بھی ہے کہ معاشرہ میں تقسیمِ دولت کے اندر جو تفاوت پایا جاتا ہو وہ کم ہو اور دولت کسی ایک طبقہ کے اندر جمع ہو کر نہ رہ جائے۔ اسی لیے اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں پر یہ حقیقت واضح کر دی گئی تھی کہ دولت مند افراد کے مال میں محروم اور ضرورت سے مجبور ہو کر سوال کرنے والوں کا بھی حصہ ہے۔ قرآن مجید کا پیغام یہ ہے:

وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ [1]

اور اُن کے اموال میں سائل اور محروم افراد کا بھی حق ہے۔

پھر مدنی دور میں جب یہودی قبیلہ بنو نضیر کو ان کی بدعہدی اور اسلام دشمنی کی بنا پر جلاوطن کیا گیا اور ان سے حاصل ہونے والے اموال کی تقسیم کا مسئلہ سامنے آیا تو یہ حکم دیا کہ یہ اموال ضرورت مندوں کے لیے ہیں اس کی مصلحت یہ تھی کہ سماج کے اندر مال و دولت اہل ثروت کے درمیان مرکوز نہ ہو۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ [2]

ترجمہ: ان آبادیوں کے جن اموال کو اللہ نے اپنے رسول کو عطا کیا ہے وہ اللہ، اس کے رسول، اور رسول کے قرابت داروں نیز یتامیٰ، مساکین اور مسافروں

---

[1] سورۃ الذّٰریٰت۔ ۱۹

[2] سورۃ الحشر۔ ۷

☆ ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ ☆ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیے مخصوص ہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ مال و دولت تمہارے صاحبِ ثروت لوگوں ہی کے درمیان چکر کھاتی رہ جائے۔''

یہ آیت مبارکہ قطعی طور پر ثابت کرتی ہے کہ مال و دولت کو دولت مندوں کے درمیان گردش کرتے رہ جانے سے روکنا اسلامی پالیسی کا اہم مقصد ہے۔

حضورؐ کے دورِ مبارکہ میں تقسیمِ دولت کے اندر پائے جانے والے تفاوت کو کم کرنے کا مقصد اسلامی ریاست نے تین طریقوں سے حاصل کیا۔ زکوٰۃ و عُشر کے ذریعے دولت مندوں کے مال کا ایک حصّہ غریبوں کی طرف منتقل کیا جاتا رہا۔ فیٔ کے مال کو غریبوں کے درمیان بانٹا گیا اور صاحبِ ثروت لوگوں کو ترغیب و تلقین کے ذریعے اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ اہلِ حاجت افراد کی مالی اعانت کریں۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے اور فیٔ کا مال آیا تو آپ نے اسے عوام کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کیا اور چھوٹے بڑے، آزاد غلام، مرد اور عورت سب کو برابر حصّہ دیا۔ جب کہ بعض لوگوں نے آپؓ سے یہ کہا کہ خدمتِ اسلام اور اسلام لانے میں سبقت کی بنا پر بعض افراد کو بعض سے زیادہ حصّہ دینا چاہیے تو آپ نے یہ جواب دیا:

اما ذکرتم من السوابق والقدم والفضل فما اعرفنی بذلک وانما ذالک شئ ثوابه علی الله جلّ ثنائهٗ وهذا معاشٌ فالاسوة فیه خیرٌ من الاثرة [1]

ترجمہ: تم نے جو سابقیت، اوّلیت اور فضیلت کا ذکر کیا ہے تو میں اس سے بہت اچھی طرح واقف ہوں لیکن یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا ثواب اللہ جل ثنائہ کے ذمہ ہے مگر یہ معاملہ معاش کا ہے اس میں مساوات کا برتاؤ ترجیحی سلوک سے بہتر ہے۔

ایک دوسری روایت میں یوں ہے:

---

[1] ابو یوسف: کتاب الخراج صفحہ ۵۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان ابا بكر كلم فى ان يفضل بين الناس فى القسم فقال فضائلهم عند الله فاما هذا المعاش فالتسوية فيه خير.[۱]

ترجمہ: ابوبکرؓ سے کہا گیا کہ وہ (فئے) کی تقسیم میں بعض لوگوں کو بعض پر ترجیح دیں تو آپ نے فرمایا۔ ان کے فضائل کا اعتبار اللہ کے یہاں ہوگا جہاں تک اس معاشی زندگی کا سوال ہے اس میں برابر سلوک کرنا بہتر ہے۔

خلیفہ اول کا یہ ارشاد اگرچہ فئے کی تقسیم سے متعلق ہے لیکن آخری جملہ میں آپ نے ایک اصولی حقیقت کا اظہار فرمایا ہے جس سے اسلامی ریاست کی معاشی پالیسی کا رجحان اخذ کیا جاسکتا ہے یعنی وسائل معاش کی تقسیم میں تفاوت کے بجائے مساوات کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

تقسیم دولت کے اندر پائے جانے والے تفاوت کو کم کرنے کے باقی دو طریقے جو عہد نبوی میں اختیار کیے گئے تھے عہد صدیقی میں بھی نافذ رہے۔ جب بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو ریاست نے ان کے خلاف فوجی کاروائی کر کے ان کو اس حق کی ادائیگی پر مجبور کیا۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اس اصول کے مطابق عمل کی اہم ترین وہ پالیسی ہے جو عراق وشام کی مفتوحہ زمینوں کو فوجیوں کے درمیان تقسیم نہ کرنے کے فیصلہ کا باعث بنی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت عمرؓ بعض صحابہ کے اس مشورہ کی طرف مائل ہو گئے تھے کہ یہ زمینیں فوجیوں کے درمیان تقسیم کر دی جائیں لیکن بعد میں جب آپ کی توجہ اس طریقے کے برے نتائج کی طرف مبذول کرائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو آیات فئے (سورۃ حشر ۶ تا ۱۰) کا ایسا فہم عطا کیا کہ آپ نے اس تجویز کو مسترد کر دیا اور زمینوں کو سارے مسلمانوں کی ملکیت قرار دینے کا فیصلہ کیا۔

قدم عمر الجابية فاراد قسم الارض بين المسلمين فقال معاذ والله اذن ليكونن ما تكره۔ انك ان قسمتها صار الريع العظيم فى ايدى القوم، ثم يبيدون فيصير ذالك الى الرجل الواحد او المرأة۔ ثم يأتى من بعدهم قوم يسدون

البينة على من ادعى واليمين على من انكر ☆ گواہ لانا مدعی کے ذمہ اور قسم منکر دعوی کے ذمہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من الاسلام سدًّا وهم لا يجدون شيئًا۔ فانظر امرًا يسع اوّلهم وآخرهم۔

قال هشام وحدّثني الوليد بن مسلم عن تميم بن عطية عن عبد الله بن ابي قيس او ابن قيس، انه سمع عمر يكلّم الناس في قسم الارض۔ ثمّ ذكر قول معاذ اياه۔ قال فصار عمر الى قول معاذ[1]

ترجمہ: عمرؓ جابیہ آئے تو انہوں نے زمین کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ معاذؓ نے آپ سے کہا خدا کی قسم پھر تو وہی ہوگا جو آپ کو ناپسند ہے اگر آپ نے ان زمینوں کو تقسیم کر دیا تو بڑے بڑے علاقے ان لوگوں کو مل جائیں گے پھر یہ مر جائیں گے تو یہ زمینیں (وراثت کے ذریعے) کسی ایک آدمی یا عورت کے ہاتھ میں آجائیں گی۔ پھر ان کے بعد دوسرے لوگ آئیں گے جو اسلام کا دفاع کریں گے مگر ان کو کچھ نہ مل سکے گا۔ آپ غور و فکر کے بعد کوئی ایسا طریقہ اختیار کیجیے جو آج کے مسلمانوں کے لیے بھی موزوں ہو اور بعد میں آنے والوں کے لیے بھی مفید ہو۔

(حدیث کے راوی) ہشام نے کہا مجھ سے ولید بن مسلم نے بروایت تمیم بن عطیہ بروایت عبداللہ بن ابی قیس یا ابن قیس حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے عمرؓ کو زمین کی تقسیم کے بارے میں لوگوں سے گفتگو کرتے سُنا۔ پھر راوی نے اس بات کا ذکر کیا جو معاذ نے عمرؓ سے کہی۔ راوی کہتا ہے کہ پھر عمرؓ نے معاذ کی بات مان لی۔"

قاضی ابو یوسفؒ اس واقعہ کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے ایک قانونی کلیہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

---

[1] ابو یوسف: کتاب الخراج ص ۲۷

☆ لا ینکر تغیر الاحکام بتغیر الازمان ☆ زمانہ کی تبدیلی کے سبب احکام کی تبدیلی کا انکار نہیں کیا جائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والذی رایٰ عمر رضی اللہ عنہ من الامتناع من قسمۃ الارضین بین من افتتحھا عند ما عرفہ اللہ ما کان فی کتابہ من بیان ذالک توفیقاً من اللہ کان لہ فیما صنع وفیہ کانت الخیرۃ لجمیع المسلمین وفیما راٰہ من جمع خراج وقسمتہ بین المسلمین عموم النفع لجماعتھم لان ھذا لو لم یکن موقوفا علی الناس فی الاعطیات والارزاق لم تشحن الثغور ولم تقوا الجیوش علی السیر فی الجھاد ولما امن رجوع اھل الکفر الی مدنھم اذا خلت من المقاتلۃ والمرتزقۃ [1]

ترجمہ: حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ کہ آپ نے مجاہدین اور فاتحین کے درمیان زمین تقسیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی تائید میں قرآن حکیم سے دلائل پیش کئے یہ سب کچھ محض اللہ کی توفیق کا نتیجہ تھا اور اللہ کی کتاب پر بصیرت حاصل ہونے کی بنا پر تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ جس حقیقت کو حضرت عمرؓ کی نگاہ نے پالیا تھا در اصل اسی میں جماعتی لحاظ سے تمام مسلمانوں کی بھلائی تھی۔ لگان کی آمدنی کو ایک جگہ کر کے عام ضروریات پر خرچ کرنا یہ اس سے کہیں زیادہ بہتر تھا کہ زمین کو چند لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا اور وہی اس سے فائدہ اٹھاتے رہتے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اگر لگان کی آمدنی عام لوگوں کی تنخواہوں اور وظیفوں کے لیے وقف نہ ہوتی تو سرحدوں کی حفاظت اور فوجیوں کی کفالت کس مال سے کی جاتی اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی ملک اس قسم کے انتظامات کے بغیر بیرونی حملوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا ہے۔"

فے کے مال کی تقسیم کے بارے میں ابتداً عمرؓ نے بھی مساوی تقسیم کی اسی پالیسی پر عمل

---

[1] ابو یوسف: کتاب الخراج ص ۲۷

☆ اذا تعارض الحقوق قدم منھا المضیّق ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اختیار کی تھی لیکن جب عراق و شام کی فتح سے بہت سا مال خمس اور فیٔ کے طور پر حاصل ہوا تو آپ نے اپنی پالیسی تبدیل کر دی ۔ آپ نے اسلام لانے میں سبقت کرنے والوں اور اسلام کی نمایاں خدمت انجام دینے والوں کو عام افراد سے زیادہ حصّے دیے ۔ جن افراد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں طرح طرح کے مصائب برداشت کیے تھے ۔ اسلام کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کی تھی اور مدینہ کے ابتدائی دور میں آپؐ کے ساتھ مل کر کفار کے ساتھ جنگیں کی تھیں ان کو آپ نے بعد میں ایمان لانے والوں سے زیادہ حصّہ کا مستحق قرار دیا ۔ تقسیم فیٔ میں مساوی سلوک کی جگہ ترجیحی سلوک کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ آپ کو یہ کسی طرح گوارا نہیں تھا کہ جن لوگوں نے اسلام میں داخل ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگیں لڑی تھیں ۔ ان کو ان لوگوں کے برابر حصے دیے جائیں جنہوں نے ابتدا ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ کفار سے جنگ کی تھی ۔

قال : لا اجعل من قاتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمن قاتل معہ [1]

ترجمہ " : فرمایا ۔ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کی تھی ان کو میں (تقسیم فیٔ میں) ان کے برابر نہیں کر سکتا جنہوں نے آپ کے ساتھ ہو کر جنگ کی تھی "۔

اس نئے طریقِ کار کے حق میں جو سیاسی ، معاشرتی اور دینی دلائل دیے جا سکتے ہیں وہ واضح ہیں لیکن معاشی طور پر اس کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ سماج کے اندر تقسیمِ دولت میں مزید ناہمواری پیدا ہو ۔ چنانچہ آٹھ سال تک اس پالیسی پر عمل کے بعد اپنے دورِ خلافت کے آخری سال میں حضرت عمرؓ نے اپنی رائے پھر تبدیل کی اور آئندہ تقسیم فیٔ میں مساوات برتنے کا ارادہ ظاہر کیا :

حدثنا عبد الرحمٰن بن مہدی عن ہشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابیہ قال : سمعت عمرؓ یقول لئن عشتُ

---

[1] ابو یوسف : کتاب الخراج ص ۵۰

☆ جب حقوق باہم متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تنگ ہو اسے ترجیح حاصل ہو گی ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الیٰ هذا العام المقبل لأُلحقنّ آخر النّاس باوّلهم حتیٰ یکونوا ابّاناً واحداً (قال عبد الرحمٰن ببّاناً واحداً شیئاً واحداً) [1]

ترجمہ: ہم سے عبد الرحمٰن بن مہدی نے انہوں نے ہشام بن سعد سے انھوں نے زید بن اسلم سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے عمرؓ کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگر میں آئندہ سال اس موقع تک زندہ رہا تو (تقسیم فئے میں) آخر کے لوگوں کو سرفہرست لوگوں سے ملا دوں گا تاکہ سب مساوی ہو جائیں (عبد الرحمٰن نے کہا ہے: ببّاناً واحداً کے معنی یہ ہیں کہ ایک ہی جیسے ہو جائیں۔

اسی مفہوم کو ابنِ سعد نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

سمعت عمر بن الخطّاب یقول: واللّٰه لئن بقیت الیٰ هٰذا العام المقبل لالحقنّ آخر النّاس باوّلهم ولاجعلنهم رجلاً واحداً [2]

ترجمہ: "میں نے عمر بن الخطاب کو یہ کہتے سنا ہے کہ خدا کی قسم اگر میں اگلے سال اس موقع پر زندہ رہا تو (فئے کے رجسٹر میں درج) آخر کے لوگوں کو پہلے لوگوں سے ملا دوں گا اور ان سب کو ایک آدمی جیسا کر دوں گا"۔

عن زید بن اسلم عن ابیه انّه سمع عمر بن الخطّاب یقول: لئن بقیت الی الحول لالحقنّ اسفل النّاس باعلاهم [3]

ترجمہ: زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے عمر بن

---

[1] ابوعبید: کتاب الاموال ص ۲۶۳-۲۶۴

[2] محمد ابن سعد: الطبقات الکبریٰ جلد ۳ ص ۳۰۱

[3] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الخطاب کو یہ کہتے سُنا ہے کہ : اگر میں ایک سال اور زندہ رہا تو (فئے میں حصے کے اعتبار سے) سب سے نیچے کے لوگوں کو سب سے اوپر کے لوگوں کے مساوی کر دوں گا۔"

کتاب الخراج کی روایت سب سے زیادہ واضح ہے :

ولما رأى المال قد كثر قال لئن عشت الى هٰذه الليلة من قابلٍ لالحقنّ اٰخر النّاس باولاهم حتّٰى يكونوا فى العطاء سواءً۔ قال فتوفّى رحمه الله قبل ذالكؕ[1]

ترجمہ : (راوی کہتا ہے کہ) جب آپ نے یہ دیکھا کہ (فئے کا) مال بہت زیادہ آنے لگا ہے تو فرمایا۔ اگر میں آئندہ سال اس شب تک زندہ رہا تو (فئے کے رجسٹر میں درج) آخر کے لوگوں کو شروع کے لوگوں سے ملا دوں گا تاکہ سب کو برابر وظیفے ملنے لگیں۔ (راوی نے کہا کہ) آپ اس سے پہلے ہی انتقال فرما گئے اللہ آپ پر رحم فرمائے۔"

ان نظائر سے یہ بات بالکل ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے تقسیم فئے میں عدم مساوات برتنے کی پالیسی سے رجوع کر کے مساوات برتنے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن یہ واضح نہ ہو سکا کہ آپ نے یہ فیصلہ کس وجہ سے کیا تھا کتاب الخراج کی مذکورہ بالا روایت سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مال فئے کی کثرت اس فیصلہ کا سبب بنی تھی لیکن یہ توجیہ کافی نظر نہیں آتی۔ سابقین اولین اور اسلام کی نمایاں خدمات انجام دینے والوں کا امتیاز برقرار رکھنے کا جو مقصد حضرت عمرؓ کے پیش نظر تھا وہ اسی وقت پورا ہو سکتا تھا جب مال فئے کی کثرت کے باوجود ان افراد کے حصے دوسرے افراد سے زیادہ ہوتے۔ صرف مال فئے کی کثرت اس بات کے لیے کافی وجہ نہیں بن سکتی کہ ان کے امتیازی مقام کو نظر انداز کر دیا جائے یہ بھی ممکن تھا کہ سب کے حصوں میں اضافہ کر دیا جاتا اور ممتاز لوگوں کو پھر بھی عام افراد سے زیادہ حصّے ملتے۔

---

[1] ابو یوسف : کتاب الخراج ص ۵۵

☆ الاجتهاد لا ينقض بالاجتهاد ☆ اجتہاد اجتہاد کے ساتھ باطل نہیں ہو گا ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ــــ مساوی تقسیم کے اس نئے فیصلہ کے لیے ضروری ہے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے کوئی ایسی مصلحت آئی ہو جس کو وہ ان مصالح پر ترجیح دینے لگے ہوں جو امتیازی سلوک اور غیر مساوی تقسیم کے وقت ان کے سامنے تھے۔

ہمارے نزدیک یہ نئی مصلحت ان مفاسد کے ازالہ کی ضرورت تھی جو سماج کے اندر تقسیم دولت میں بڑھتے ہوئے تفاوت سے پیدا ہو رہے تھے یا مستقبل میں پیدا ہو سکتے تھے۔ امتیازی حصے کچھ لوگوں کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ مالدار بنا رہے تھے: زیادہ مالدار لوگوں کے اندر معیار زندگی کو حد اعتدال سے زیادہ بلند کرنے، جائدادیں خریدنے اور جہاد فی سبیل اللہ میں کچھ سستی کے رجحانات پیدا ہوتے دیکھ کر آپ کی بصیرت نے یہ پہچان لیا ہو گا کہ ان رجحانات کو غیر مساوی تقسیم سے مزید تقویت حاصل ہوگی۔ دوسری طرف یہ بھی ممکن ہے کہ آٹھ سال تک امتیازی سلوک کرنے کے بعد اب آپ کے نزدیک اس طریقہ کو باقی رکھنا اتنا ضروری نہ رہ گیا ہو کیونکہ جن افراد کو آپ ممتاز کرنا چاہتے تھے ان کو اس طویل عرصہ میں خاصا موقع مل چکا تھا۔

نئے فیصلہ کے مطابق جن لوگوں کو پہلے زیادہ حصہ مل رہا تھا ان کے حصہ میں کمی نہیں ہوتی بلکہ جو لوگ پہلے کم حصہ پاتے تھے ان کے حصہ میں اتنا اضافہ پیش نظر تھا کہ سب کے حصے برابر ہو جائیں۔ ایسا کرنا اسی وجہ سے ممکن ہو سکا تھا کہ فئے کا مال اب پہلے سے زیادہ تھا۔ کتاب الخراج کی مذکورہ بالا توجیہ ہمارے نزدیک فیصلہ کے صرف اس پہلو پر منطبق ہوتی ہے۔

ایک دوسری روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا ارادہ تھا کہ مالدار لوگوں کی فاضل دولت لے کر غریبوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے:

عن ابی وائل قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لو استقبلت من امری ما استدبرت لاخذت فضول اموال الاغنیاء فقسمتها علیٰ فقراء المهاجرین[1]

---

[1] تاریخ طبری ص ۲۷۴ (حوادث ۲۳ھ) تفصیل کیلیے ملاحظہ ہو المحلی لابن حزم جلد ۶ ص ۱۵۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ: "ابو وائل سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو اُمور میں پہلے طے کر چکا اگر انہیں مجھے آئندہ بھی طے کرنے کا موقع ملتا تو میں مالداروں سے ان کی فاضل دولت لے کر اُسے فقراء مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیتا"

اپنے دورِ خلافت کے آخری سال میں عمر فاروقؓ کا یہ ارشاد واضح طور پر یہ بتاتا ہے کہ آپ سماج میں دولت کی تقسیم میں بڑھتی ہوئی ناہمواری سے پریشان رہنے لگے تھے اس صورت حال کی روشنی میں اپنے بعض گذشتہ فیصلوں پر نظرثانی کی ضرورت محسوس کرتے تھے اور ایک راست اقدام کے ذریعے تقسیم دولت کے اندر پائے جانے والے تفاوت کو کم کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یہ روایت ہماری اس رائے کی بھی تائید کرتی ہے کہ تقسیم فئے کے بارے میں آپ کے نئے فیصلہ کی اصل گذشتہ پالیسی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی ناہمواری اور بڑھتی ہوئی عدم مساوات تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت عثمانؓ نے اموال فئے کی تقسیم میں مساوات کی پالیسی پر عمل نہیں کیا مزید برآں آپ نے عراق و شام کی زمینوں کو جن کا مالیہ آپ تک براہِ راست کاشتکاروں سے وصول کیا جاتا تھا متعینہ خراج پر درمیانی افراد کو دینے کا طریقہ اختیار کیا۔ ابتداً یہ طریقہ اسلئے اختیار کیا گیا تھا کہ ریاست کو مالیہ وصول کرنے میں سہولت ہو۔ اس طریقہ کو اختیار کرنے سے ریاست کی آمدنی بھی بڑھ گئی تھی[1]

ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ بھی صدیق اکبرؓ کی رائے کے مؤید تھے۔

وکذالك یروی عن علی التسویۃ ایضاً[2]

اور اسی طرح حضرت علیؓ سے بھی مساوات ہی منقول ہے۔

لیکن حضرت علیؓ کا دورِ خلافت اضطراب کے عالم میں گذرا اور اس کے بعد اموی حکمرانوں

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے۔ کتاب المواعظ والاعتبار فی ذکر الخطط والآثار للمقریزی جلد ۲ ص ۵۱-۵۲

[2] کتاب الاموال ص ۲۶۴

فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب (سنن ابو داود و ترمذی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے نہ صرف یہ کہ معاشرہ میں دولت اور آمدنی کی تقسیم میں بڑھتی ہوئی ناہمواری کو کم کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ان کی مالی پالیسی کے نتیجہ میں یہ تفاوت بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ ہوئے تو آپ نے زندگی کے مختلف شعبوں کو اسلام کی اصل تعلیمات کے مطابق از سر نو منظم کرنے کی کوشش کی تو معاشی نظام میں بھی متعدد اصلاحات عمل میں لائی گئیں۔

ہمیں اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن و سنت کی تعلیمات کا صحیح مفہوم وہ ہے جو خلافت راشدہ کے عمل سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ اسلام کسی فرد پر کسب دولت کے سلسلے میں کوئی اصولی اور دائمی پابندی نہیں عائد کرتا لیکن اسے یہ بات پسند نہیں ہے کہ دولت سماج کے ایک طبقہ میں مرکوز ہو کر رہ جائے۔ قرآن، سنت نبوی اور خلافت راشدہ کے نظائر کی روشنی میں ہم اطمینان کے ساتھ یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ دولت اور آمدنی کی تقسیم کے اندر تفاوت کو کم کرنا اسلامی حکومت کی معاشی پالیسی کا ایک رہنما اصول ہے۔

اس رائے کی مزید تائید قرآنی آیت " اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ سے بھی ہوتی ہے کہ اسلام کو معاشرہ میں عیش پرستوں اور مُترفین کے طبقہ کا ظہور سخت ناپسند ہے کیونکہ معاشرہ میں عیش کوشی اور عیش پرستی کرنے والے طبقہ کا ظہور اور غلبہ اس معاشرہ کی ہلاکت اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

معاشی پالیسی کے اس رہنما اصول کی روشنی میں دورِ جدید کی ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری ظاہر ہے اس حکومت کو اس بات کی بھی فکر کرنی ہوگی کہ صدیوں کے غیر اسلامی نظامِ معیشت کی وجہ سے جو خرابیاں جڑ پکڑ چکی ہیں ان کا بتدریج ازالہ کیا جائے۔ اصلاح حال کے لیے پہلا قدم یہ ہوگا کہ عشر و زکوٰۃ کے شرعی محاصل کو وصول کرنے اور متعینہ مدات میں صرف کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ اخلاقی تربیت کے ذریعے ایک ایسی فضا پیدا کرنی ہوگی کہ اصحابِ دولت زکوٰۃ کے علاوہ بھی اپنے مال میں اہل حاجت کا حق تسلیم کریں۔ اسلام کے قانونِ وراثت کا پوری طرح نفاذ بھی اس اصول کے بعض تقاضوں کو پورا کرے گا۔ پھر سُود کی حرمت بے جا استحصال کے ایک بڑے دروازہ کو بند کر دے گی۔ ان

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابو داود و ترمذی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقدامات کے ساتھ اس طرف بھی توجہ کی جانی چاہیے کہ غیر اسلامی زمیندارانہ اور جاگیردارانہ نظام کی وجہ سے زمین کی ملکیت کا ایک طبقہ میں جو ارتکاز وجود میں آگیا ہے۔ اس کو ختم کیا جائے پھر اس بات کا بھی اہتمام ہونا چاہیے کہ ریاست کے تعمیری اور ترقیاتی کاموں یا رفاہِ عامہ سے متعلق اُمور اور تعلیم، صحت و صفائی اور حمل و نقل کی سہولتوں کا جو انتظام ریاست کی جانب سے کیا جائے اس کے بیشتر فوائد بڑے کاروباریوں یا مال دار لوگوں ہی تک محدود نہ ہو جائیں۔ موجودہ عدم توازن کو دُور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان خدمات سے زیادہ تر فائدہ غریبوں اور کم آمدنی والے طبقوں کو پہنچے۔

موضوع زیرِ بحث میں ہم نے اسلامی حکومت کی صرف ان معاشی ذمہ داریوں کا جائزہ لیا ہے جن کی انجام دہی شریعت کی روشنی میں اس پر لازم ہے اپنے شہریوں کی فلاح و بہبود کے اہتمام کی جو جامع ذمہ داری اسلامی حکومت پر عائد ہوتی ہے اس کے تقاضے کی تکمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب اسلامی ریاست کے کارکن ہمیشہ اس فکر میں لگے رہیں کہ مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی بھلائی کے کیا کام ہو سکتے ہیں اور انھیں کس طرح انجام دیا جا سکتا ہے۔ دورِ جدید کی اسلامی ریاست میں اس کی ایک عملی شکل یہ ہو گی کہ منتخب نمائندوں پر مشتمل مجالس میں اس بات پر غور کیا جاتا رہے گا کہ ملک کی بھلائی کے کون سے کام حکومت کے سپرد کیے جائیں عوام کی بھلائی سے متعلق جو کام بھی باہمی مشورہ سے عمّال حکومت کے سپرد کیے جائیں وہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری میں شامل سمجھے جائیں گے۔ بنیادی ضروریات کی تکمیل، معاشی تعمیر و ترقی اور تقسیم دولت کے اندر پائے جانے والے تفاوت کو کم کرنے کی حیثیت ان شرعی وظائف کی ہے جو اسلامی ریاست پر اصولی طور پر عائد کی گئیں ہیں اور جن کو مذکورہ بالا مجالس کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر ایسے قوانین اور ضوابط کی شکل دینا ہو گا جن کا نفاذ ان ذمہ داریوں کی بتمام و کمال ادائیگی کا ضامن ہو سکے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

© rasailojaraid.com